

فرائضی تحریک

ایک تاریخی جائزہ

ڈاکٹر معین الدین ☆ ترجمہ: ثروت صولتی

①

فرائضی تحریک مذہبی احیاء و اصلاح کی تحریک تھی جس کا بیڑا حاجی شریعت اللہ نے ۱۸۱۵ء میں بنکال میں اٹھایا۔ تاریخی لحاظ سے یہ بات بڑی اہم ہے کہ طریقہ محمدیہ کی تحریک بھی سید احمد شہید نے اسی سال دہلی میں شروع کی اور اس کے اغراض و مقاصد بھی تقریباً وہی تھے جو فرائضی تحریک کے تھے۔ لہذا بعض مصنفین کی یہ بحث کہ ان دونوں میں سے کون سی تحریک قدیم ہے۔ قابل غور نہیں ہے۔

فرائضی تحریک فی الحقیقت اسلام میں احیاء و اصلاح کے ان رجحانات کا مظہر تھی جو انیسویں صدی کی دنیا نے اسلام میں نمایاں طور پر ظاہر ہوئے تھے۔ لہذا فرائضی تحریک بھی احیاء کی ایسی ہی ایک تحریک تھی جیسی اس صدی کی دوسری تحریکیں مثلاً عرب کی موحدون کی تحریک جسے ولابی تحریک کا نام دیا گیا ہے، مصر کی تحریک سلفیہ، یبیا کی سنوسی، انجیریہ یا کی فولانی اور انڈونیشیا کی پدوری تحریک اور برصغیر کی تحریک طریقہ محمدیہ اور تحریک اہل حدیث۔ ان تمام تحریکات میں چند باتیں مشترک تھیں،

- ۱۔ قرآن کریم میں توحید کی جو سیدھی سادی تعلیم دی گئی ہے اسے از سر نو پیش کیا جائے۔
- ۲۔ سنت رسولؐ پر اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح سلف صالحین یعنی صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے عمل کیا تھا۔

- ۳۔ مسلم معاشرہ کو اس شرک اور بدعت سے پاک کیا جائے جس میں بیرونی اثرات یا غیر اسلامی مقامی رسم و رواج کے باقی رہ جانے کی وجہ سے مروجہ زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ مبتلا ہو گیا تھا
- ۴۔ اسلامی مساوات اور اخوت کی بنیادی اقدار اور اسلامی دنیا کے استمداد کو بحال کر کے امت مسلمہ پر ایک نئی روح پھونکی جائے۔

اور آخر میں مسلمانوں کو اس ضرورت کا احساس دلایا جائے کہ مسلمان ملکوں کو غیر مسلموں کے قبضہ سے آزاد کرایا جائے اور اس مقصد کی خاطر جہاد شروع کیا جائے۔ اس آخری جذبہ کے تحت اسے تحریکات کے داعیوں نے کھلم کھلا یا پوشیدہ طور پر ایک اسلامی نظام اور سیاسی مملکت قائم کرنے کے لئے بھی جدوجہد کی۔

ان تمام تحریکات کے علمبردار اسلامی مساوات و اخوت کے جذبات سے سرشار تھے اور انہوں نے بھی امداد و تعاون حاصل کرنے کے لئے براہ راست مسلم عوام سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے ہر قسم کے وجود رکھنے والے انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کی کھل کر مذمت کی۔ انہوں نے ملکی اور غیر ملکی قسم کے جاہلوں کے خلاف پوری قوت کے ساتھ عوام کا ساتھ دیا۔ ان کی مسلسل جدوجہد اور سست تبلیغی مہم نے مسلمان عوام کو بڑی حد تک بیدار کر دیا اور انیسویں صدی میں اسلامی دنیا کے حصوں میں جہاد یا آزادی کی تحریکیں شروع کرنے کے لئے ان میں ایک نئی روح پھونک دی۔ جہاد، تحریکات نے انڈونیشیا، برصغیر پاک و ہند، عرب، مصر اور شمالی افریقہ میں جو جوش عمل پیدا کر دیا اس نے موجودہ صدی کے نصف اول میں آزادی کی تحریکات کو مقبول عام بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

لیکن فرائضی تحریک کو سمجھنے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ اس کا مطالعہ احیائے اسلام کی ان غیر اسلامی تحریکات کے پس منظر میں ہی کیا جائے۔ اس کی حقیقی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اس ایک کو اس کے مقامی تاریخی پس منظر میں بھی دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے قابل عمل ہونے اور اس کی یابیوں اور ناکامیوں کے بارے میں کوئی رائے صرف اسی پس منظر میں دی جاسکتی ہے۔ مقامی طور پر اس کا مقابلہ احیائے اسلام کی ان دوسری تحریکات سے کرنا بھی ضروری ہے جو طریقہ محمدیہ، تعسفی، اہل حدیث کی تحریکات کے نام سے موسوم ہیں۔ کیونکہ یہ تمام تحریکیں ایک دوسرے پر بھی اثر انداز ہو رہی ہیں۔

فرائضی تحریک اور طریقہ محمدیہ دونوں کا مقصد چونکہ احیاء اسلام تھا اس لئے قدرتی طور پر دونوں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ ان میں فرائضی تحریک مشرقی بنگال اور آسام کے ان حصوں تک محدود تھا جو اب مشرقی پاکستان پر مشتمل ہیں۔ ان علاقوں میں یہ تحریک خوب پھیل اور مشرقی بنگال کے عوام کی

قوت اور ان کی خصوصیات کی ترجمانی کی گئی۔ اس کے برخلاف طریقہ محمدیہ کا ظہور ہندوستان کے ایک ایسے مسلم معاشرے میں ہوا جو سیاسی طور پر زوال پذیر تھا۔ یہ تحریک یوپی اور دھلی سے شروع ہوئی اور اس کے اثرات بہار، بنگال، دکن اور شمال مغربی سرحد تک پھیل گئے۔ ابتداء میں دونوں کے مقاصد بالکل دینی نوعیت کے تھے لیکن چونکہ ان مقامات پر جہاں ان تحریکات کا آغاز ہوا تھا، مختلف قسم کی سماجی، سیاسی اور معاشی قوتیں اپنا کام کر رہی تھیں اس لئے دونوں نے ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ فرانسیسی تحریک پر جلد ہی سماجی اور معاشی رنگ غالب آ گیا جبکہ تحریک طریقہ محمدیہ نے سماجی اور سیاسی انداز اختیار کر لیا۔ ابھی دس سال ہی گزرے تھے کہ فرانسیسی تحریک شدید معاشی کشمکش میں مبتلا ہو گئی جس کا مقصد نیل کے یورپی کاشت کاروں اور ہندو بست و دامی کے بنیاز مینڈاؤں کی سخت اور جاہلانہ پالیسی سے مسلمان کاشت کاروں کی حفاظت کرنا تھا۔ اسی دوران طریقہ محمدیہ نے پنجاب میں سکھوں کے خلاف جہاد کی مہم کا آغاز کر دیا۔ ۵۷

اس جگہ یہ ملحوظ رہے کہ بنگال میں ۱۸۲۱ء سے ۱۸۲۳ء تک سید احمد شہید کے براہ راست تعلق کی وجہ سے طریقہ محمدیہ نے بڑی قبولیت حاصل کر لی تھی۔ یہ اس تحریک کا بنگال میں پہلا مرحلہ ہے اس کا دوسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوا جب سید احمد کے ایک بنگالی مرید میز شاعر علی عرف تیتو میر نے ۱۸۲۷ء اور ۱۸۳۱ء کے درمیان اس تحریک کو ۲۴ پرگنہ اور نادیا میں ایک عوامی انقلابی تحریک میں بدل دیا۔ اپنے اس دوسرے مرحلے میں اس تحریک نے بھی فرانسیسی تحریک کی طرح بنیاز مینڈاؤں اور یورپی کاشت کاروں کے خلاف معاشی جدوجہد شروع کر دی۔ تحریک کا یہ مرحلہ اگرچہ مختصر تھا لیکن اس مدار میں اس نے مغربی بنگال میں وہی کام کیا جو فرانسیسی تحریک مشرقی بنگال میں انجام دے رہی تھی حاجی شریعت اور تیتو میر کی تحریکوں کی اس شہما شمت کی وجہ سے کئی مصنفوں کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ یہ دونوں فسادات تحریکیں تھیں۔ حالانکہ شریعت اللہ اور تیتو میر کی طرف سے معاشی حقائق کا اعتراف ان کی مبدیہ فرائضیت کا ثبوت نہیں۔ معاشی مسائل کی طرف ان دونوں تحریکوں کی یہ توجہ انیسویں اور بیسویں صدی میں بنگال کے دیہیہ کے بحران کی وجہ سے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذہبی اصلاحی تحریکوں کو اپنی طرح کی دوسری عالمی تحریکوں کے پڑاؤ میں دیکھنے کے ساتھ ان کو مقامی تاریخ کے پس منظر میں بھی دیکھنا چاہیئے۔

اس جگہ تاریخ بنگال کی تفصیل میں جانا نہ تو ممکن ہے اور نہ مناسب۔ اتنا جان لینا کافی ہے کہ بنگال

لہانوں کی حکومت تیرھویں صدی عیسوی کے شروع میں قائم ہوئی اور ۱۷۷۵ء میں جنگ پلاسی تک بنگال برصغیر
مسلمانوں کی قوت کا ایک اہم مرکز بنا رہا۔ جنگ پلاسی کے بعد بنگال، بہار اور اڑیسہ کی سیاست پر انگریز
بن جو گئے۔ بنگالی مسلمانوں کی سیاسی قسمت پر ممبر لگادی گئی یہاں تک کہ ایک سو نوے سال بعد ۱۹۴۷ء
پاکستان قائم ہو گیا۔ غلامی کے اس طویل دور کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کا زمانہ جو ۱۷۷۵ء سے ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔

۲۔ راجہ رنچن کے حکومت کا زمانہ جو ۱۸۵۸ء سے ۱۹۴۷ء تک قائم رہا۔

مسلمانانِ بنگال کی طویل اور شاندار تاریخ میں کمپنی کا سو سالہ دور حکومت سب سے تاریک زمانہ
ہے۔ اس دور میں بنگال کے مسلمان تعداد کے لحاظ سے جاو کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ اکثریت کے
تھے لیکن دنیوی لحاظ سے انتہائی پستی میں گر چکے تھے۔ اس دور میں مسلمانوں کو ایک منصوبے کے تحت
جی اور شہری ملازمتوں سے خارج کر دیا گیا۔ پرنس شرفاؤ کو جن کے ہاتھوں میں عوام کی قیادت تھی اور جو ان
سرپرستی کرتے تھے ان کی زمینوں سے بیدخل کر دیا گیا اور یہ زمینیں ان لوگوں کو پیشہ پردے دی گئیں جو
دام میں سب سے زیادہ بولی لگاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نظام کی وجہ سے جو بندوبست دوامی کہلاتا
۱۷۹۳ء کے بعد زمینداروں کا ایک نیا طبقہ وجود میں آ گیا۔ یہ زمیندار بنیے اور کاروباری لوگ ہوتے تھے۔
میں دولت کی جو حرص تھی وہ کمپنی کے ملازموں کی اس پالیسی کے موافق ثابت ہوئی کہ افلاس زدہ کسانوں کی کھال
اڑھیر لی جائے۔ علاوہ ازیں سب سے بڑھ کر یہ مصیبت نازل ہوئی کہ لاکھوں اور محصول معاف زمینوں
پر (جو کبھی راج کہلاتی تھیں) حکومت نے اپنے قبضہ میں لے لیا جس کی وجہ سے ہزاروں خوشحال مسلمان گھرانے
باہر و بے گھر ہو گئے۔ ان تبدیلیوں نے مسلمانوں کے تمام طبقوں کو ناقابل تصور حد تک مفلس اور تلاش کر دیا
مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کو سیاسی اور معاشی میدانوں میں مسلمان عوام سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

دوسری طرف سیاسی میدان میں کمپنی کے ملازموں نے بنگال کے باغی مسلمان نوابوں کے خلاف سازش
لے پلاسی کے میدان جنگ میں مسلمانوں کو شکست دی۔ یہ سازش بنگال اور بہار کے بعض ہندو ساہوکاروں
کے تعاون سے تیار کی گئی تھی اور اس کی کامیابی میں کلکتہ کے ہندو نبیوں کے عملی تعاون کا بڑا ہاتھ تھا۔ ان نبیوں
ر بعد میں گماشتہ یا کمپنی کے کالے ایجنٹوں کے نام سے شہرت ملی۔ کمپنی بہادر کی حکومت میں نبیوں کے اس
بقہ کو قدرتی طور پر بہت زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی اور اپنے سفید آقاؤں کے تحفظ اور ان کی شگدلانہ

رہتی کی بدولت وہ عوام پر حکومت کرنے لگے۔ ان بنیوں کے بے لگام مظالم نے مختصر مدت میں بنگال کی بڑے، لیٹم، شکو اور نمک کی ترقی پذیر صنعتوں کو جو بین الاقوامی شہرت رکھتی تھیں تباہ و برباد کر دیا۔ اس تباہی شکار صوبہ بنگال کے وہ مسلمان دستکار ہوئے جو ایک موسم میں ہل چلاتے تھے تو دوسرے میں چرخہ اور کرگھا۔ ان کے بعد بنیاز مینڈاؤں کے مظالم اور نیل کے یورپی کاشت کاروں کی بے رحمی نے غریب اور بے بس کسانوں و تقریباً حیوانوں کی سطح پر پہنچا دیا۔ اس طرح مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے خاتمے کی وجہ سے زبردست معاشی سائل پیدا ہو گئے۔ چنانچہ ایک انگریز افسر نے ۱۸۴۴ء کے کلکتہ رپورٹ میں لکھا:

”یہ ایک ایسا قابل نفیس انقلاب تھا جس نے بنگال کو انقلابِ فرانس کے روبہسپیرین (ROBESPIERIAN)

(PIERIAN) دور میں تبدیل کر دیا۔“ ۱۶

مسلمانانِ بنگال کی معاشرتی زندگی میں بدقسمتی سے ایک رجحان یہ کام کر رہا تھا کہ ان کا بالائی طبقہ خود کو برابر ایرانی ثقافت میں ڈھالنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ حالانکہ یہ ثقافت ایک بیرونی ثقافت تھی اور اس کی وجہ سے ان کے اور نچلے طبقے کے درمیان خلا پیدا ہو گیا تھا کیونکہ یہ نچلا طبقہ مقامی ثقافت کو پروان چڑھا رہا تھا اور بنگالی زبان اور ادب کو فروغ دے رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ترک اور پٹان حکمران بنگالی زبان کے ادیبوں اور شاعروں کی کھل کر سرپرستی کرتے رہے اگرچہ یہ سرپرستی مغل گورنروں کے زمانے میں کم ہو گئی تھی اس کی وجہ معلوم کرنا مشکل نہیں ہے۔ بنگال کی تسخیر میں اور وہاں اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں مغل حکومت کو مستحکم کرنے میں بہت وقت صرف ہوا کیونکہ پٹانوں نے جن کے ساتھ مقامی امراء نے تعاون کر لیا تھا مغل حکومت کا سخت مقابلہ کیا تھا۔ چنانچہ بنگال میں جب مغل حکومت قائم ہوئی تو پٹان حکمرانوں کے ساتھ ساتھ مقامی امراء کا خاتمہ بھی کر دیا گیا۔ مغلوں کے زمانے میں امراء کا جو نیا مسلم طبقہ پیدا ہوا وہ زیادہ تر سرکاری ملازموں پر مشتمل تھا جو مغل فاتحوں کے ساتھ لڑی، دہلی اور دوسرے مقامات سے آئے تھے۔ فطری بات ہے کہ اس نئے طبقہ کو بنگالی زبان اور ادب سے کوئی وابستگی نہیں تھی اور وہ ان چیزوں کو ہندو ثقافت کا ایک حصہ سمجھ کر ایک حد تک نفرت کرتا تھا۔ ان کے اس طرز عمل سے نہ صرف یہ کہ معاشرہ کے ان دونوں طبقوں کے درمیان فرق اور زیادہ بڑھ گیا بلکہ نفسیاتی طور پر اس طرح دونوں طبقے ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیا بالائی طبقہ اس خلا کو پُر نہ کر سکا۔ غالباً یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ پلاسی کی جنگ کے وقت یا حکمران انگریزوں کی طرف سے مسلمانوں کے بالائی طبقہ کو ختم کرتے وقت بنگال میں کسی قسم کی عام بغاوت نہیں ہوئی۔

اس بات کے نتائج بڑے دُور رس پہلے خصوصاً بیرونی تسلط کے دور میں۔ ڈاکٹر آر۔ سی ماہو مدار لکھتے ہیں کہ انیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت ہندوستان کے بر حصے میں اپنی قوت کھو چکی تھی لیکن بنگال کے مسلمانوں کی حالت دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کی حالت سے بھی زیادہ خراب تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے مسلمانوں میں اعلیٰ طبقہ مفقود تھا۔ اسی طرح جیمز وائز (JAMES WISE) قسطنطنیہ ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اٹھ میں دیوانی آجانے کے بعد سے حاجی شریعت اللہ کے ظہور تک پچاس سال (۱۷۵۶ء تا ۱۸۱۸ء) کے عرصے میں مشرقی بنگال کے مسلمان ایک ایسا گمراہ تھے جس کا کوئی چرچا نہ ہو۔ وہ اپنے مذہب سے دُور بڑے دُور ہوتے چلے گئے اور انھوں نے ہندوؤں کے بہت سے توہمات اور رسوم اختیار کر لیں۔ ڈبلو۔ ڈبلو ہنٹر کے خیال میں تو مسلمانوں کی حالت اور بھی زیادہ نازک تھی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ”مسلمانوں کا چونکہ کوئی رہنما نہیں تھا اس لئے وہ جہالت اور توہمات کی پستیوں میں اس حد تک گر گئے کہ بنگال میں اسلام ایک مردہ جسم رہ گیا تھا۔ چنانچہ حاجی شریعت اللہ جب ۱۸۱۸ء میں مکہ سے بنگال واپس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں اسلام کا درخت ایمان کے پانی کی قلت کے باعث مرجھا رہا ہے۔ اس جگہ یہ بات اہم ہے کہ حاجی شریعت اللہ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی تعلیم کے لئے فارسی یا اردو کی جگہ بنگالی زبان استعمال کی حالانکہ اس وقت مسلمان علماء اور مبلغین کا واحد ذریعہ تعلیم فارسی اور اردو تھا اور بد قسمتی سے یہ صورت ابھی تک قائم ہے۔

فرائضی تحریک اور طریقہ محمدیہ کے علاوہ اس زمانے میں ایک اور تحریک بھی شروع ہوئی تھی جو تعینی کہلاتی تھی اور جس کے رہنما مولوی کرامت علی جونپوری تھے۔ انیسویں صدی کے بنگال میں یہ تیسری بڑی مذہبی تحریک تھی۔ مولانا کرامت علی خود کو سید احمد شہید کا شاگرد کہتے تھے اور اپنی تحریک کو طریقہ محمدیہ کی شاخ قرار دیتے تھے۔ انہوں نے یہاں تک دعویٰ کیا کہ سید احمدؒ نے جو اصلاحی نظریات پیش کئے تھے اُن کی تحریک اُن نظریات کی صحیح معنوں میں علمبردار ہے۔ انھوں نے سید احمد کی تحریک کی دوسری شاخوں، پٹنہ کے مدرسہ فکونیز اہل حدیث جماعت کو انتشار پسند اور وہابی قرار دے کر ان کی مذمت کی۔ انھوں نے فرائضی تحریک پر بھی اعتراضات کئے اور اس کو بنگال کی خارجیت (خوارج تحریک) قرار دیا۔ انھوں نے ان اصلاحی تحریکوں کے مقابلے میں تقلید کے قدامت پسندانہ طریقے کی حمایت کی۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو گا کہ مولوی کرامت علی آگے چل کر قدامت پسند ہو گئے تھے اور ان کی

سلاجی تحریک تحریف پسندی میں بدل گئی جس کا مقصد صرف طریقہ محمدیہ ہی نہیں بلکہ اسلامی احیاء کے (۱) رجحان کو بدلتا تھا۔

اس مقصد کے لئے مولوی کرامت علی نے ایک ایسا درمیانی راستہ تلاش کرنا چاہا جس کے ذریعہ رامت پرستی اور احیاء کے رجحانات کے درمیان مفاہمت ہو سکے۔ ۱۸۵۷ء کی خون ریزی کے بعد انھوں نے اسلام اور تہجد کے درمیان بھی مفاہمت پیدا کرنا چاہی اور اس مقصد کے لئے انھوں نے نواب عبداللطیف سے تعاون کیا جو بنگال کے مسلمانوں میں تہجد کے علمبردار تھے۔ لیکن اس کوشش میں ان کا قدامت پسندی کی طرف بہت زیادہ میلان ہو گیا اور انھوں نے ایک ایسے عدم رواداری کے انداز میں جو بنگالیوں کے لئے غنہ تھا مذہبی تبلیغ شروع کر دی۔ اس تبلیغ کے سلسلے میں بڑے جوش و خروش سے بحث و مباحثے اور ناقتے ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مذہبی مبلغ کی حیثیت سے انھوں نے بنگال کے طول و عرض میں دیم طریقے کے مطابق دینی اشاعت و تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ آخر میں انھوں نے نواب عبداللطیف کی وفاداری اور تہجد کی پالیسی کی جو حمایت کی وہ بنگال میں نیز علی گڑھ میں مسلم تہجد کے فروغ کا باعث ہوئی۔ اس لحاظ سے یہ تعینی تحریک بالواسطہ ترقی پسندانہ تہجد کے لئے مدد معاون ثابت ہوئی۔

جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں فرائضی تحریک اور طریقہ محمدیہ نے ۱۸۱۸ء تا ۱۸۷۰ء بنگال میں بڑی مقبولیت حاصل کر لی تھی اور دونوں کی وجہ سے مختلف مقامات پر عوامی بغاوتیں بھی ہوئیں۔ لیکن تیسری تحریک یعنی اہل حدیث کو بنگال میں کم کامیابی نصیب ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تحریک بہت زیادہ انقلابی نوعیت کی تھی اور اس کی ذہنی سطح اتنی بلند تھی کہ ایک ایسی سوسائٹی میں جو مذہبی لحاظ سے جاہل، اور قدامت پسندی کی حد تک خنفسی تھی، اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

انیسویں صدی میں فرائضی تحریک اور طریقہ محمدیہ کی مقبولیت کی وجہ معلوم کرنے کے لئے بنگال میں اسلام کی اشاعت کی تاریخ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ بنگال میں اسلام تاجروں اور صوفیوں کے ذریعہ پہنچا جن کی تعداد بہت مختصر ہوتی تھی، نیز ترک فاتحین کے ذریعہ آیا۔ یہ لوگ باہر سے آئے تھے۔ اس کے بعد مقامی باشندوں نے جو بدھ تھے یا ہندو اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام بنگال میں ایک شاہی مذہب اور حکمران طبقہ کے مذہب

بت سے نہیں پھیلا بلکہ اس نے ایک مذہب انسانیت کی حیثیت سے ہر دغریزی جمل کی ۔
کے متعلق یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ بنگال میں اسلام صوفیوں کا دیا ہوا ایک تحفہ ہے اور یہ صوفی
بر کے انسان دوست تھے ۔

۱۶ویں صدی عیسوی تا ۱۷ویں صدی جب کہ بنگال میں اسلام کی زبردست اشاعت ہوتی رہی
ان میں مقامی عقائد اور توہمات غیر محسوس طور پر مسلم معاشرے میں بکثرت داخل ہو گئے اور اسلام
یادی تعلیمات اور عقائد میں گھل مل گئے ۔ لیکن جب تک مسلمانوں کو ملک میں سیاسی برتری حاصل
حاشی لحاظ سے خوشحال ہے یا اپنی حالت پر مطمئن رہے ۔

۱۷ کے علاوہ اگرچہ مقامی اثرات اور ایرانی تصوف کے قومی عوامل کی وجہ سے مسلمان تقدیر پرستی کا شکار
تھے لیکن ان میں اسی تصوف کی بدولت مذہبی رواداری کا زبردست احساس بھی پیدا ہو گیا تھا ۔
رت میں قدرتی طور پر انھوں نے ان غیر اسلامی اثرات کی طرف سے تغافل برتا ۔ یہ صورت اس
سے قائم رہی کہ اٹھارہویں صدی کے نصف آخر اور ۱۷ویں صدی کے نصف اول میں انگریز فاتحوں
نے خوشامدیوں کے ہاتھوں ان کو شکست کی ذلت اٹھانا پڑی ۔ چنانچہ اب ان میں بتدریج یہ احساس
شروع ہوا کہ ان کے سیاسی زوال (ان کے ناگفتہ بہ مصائب کے بنیادی سبب) کی وجہ یہ ہو سکتی
ہے اسلام کی اصلی تعلیمات سے بہت دور چلے گئے ہیں ۔ لہذا اس کا علاج یہی ہے کہ خدا کے سامنے توبہ
اور اسلام کے حقیقی تصورات کو اختیار کیا جائے ۔ اس احساس نے اسلام کے احیاء کے لئے زرخیز

ہم کردی اور اس دور کے احیاء اسلام کے علمبرداروں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ۔ ان اسباب
بے بنگالی مسلمانوں نے فرانسیسی تحریک اور طریقہ محمدیہ کی تائید و حمایت کی اور ان تحریکوں نے ایک طرف
نی اور تصوف سے اپنا تعلق قائم رکھا اور دوسری طرف توبہ و نہایت کے بعد اسلام کی بنیادی تعلیمات
نے کامیاب کیا ۔

۱۸ویں صدی کے نصف آخر میں اور اس کے بعد مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کے خاتمہ نے ، جیسا کہ اوپر
اچکا ہے ، ایک ایسے وقت مسلمانوں کو قیادت کے سرچشمے سے محروم کر دیا کہ جب گماشتوں زمینداروں
گماشتہ کاروں کے ظلم و جبر سے مسلمانوں کو بچانے کی بڑی ضرورت تھی ۔ ان لوگ کمزور
ان کی اکثریت غیر ملکی تھی اور وہ جلد از جلد دولت پیدا کرنے کی حرص سے مغلوب تھے ۔ جب یہ

مطلوبہ قیادت مسلمانوں کا تباہ حال اعلیٰ طبقہ فراہم نہ کر سکا تو عوام نے یہ قیادت اپنی ہی صفوں سے فراہم کرنے کی کوشش کی۔ ۱۸۱۸ء میں فرائضی رہنما حاجی شریعت اللہ کا ظہور اور ۱۸۲۰ء کے بعد سے طریقہ محمدیہ کی بنگالہ میں توسیع و اشاعت اور خاص طور پر ۱۸۲۷ء کے قریب شہید میتو میر کا ظہور مسلمان عوام کی ان نئی خواہشوں اور تناؤں کے عین مطابق تھا۔ یہ دونوں رہنما عوام سے اٹھے تھے اور انہوں نے اپنے ہم مذہبوں سے مطاب کیا تھا کہ وہ اپنے اخلاق کو سدھارنے کے لئے خدا کے سامنے توبہ و استغفار کریں اور اپنے اعمال کو اصلاح کریں تاکہ ان کے مصائب دور ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے لوگوں کو تحذیر کی کہ وہ غفلت و نیند سے جاگیں اور ایک دوسرے کی امداد اور متحدہ جدوجہد کے ذریعہ اپنے فطری حقوق کی حفاظت کے لئے دینی بھائیوں کی حیثیت سے متحد ہو جائیں۔ اس طرح ان اصلاحی تحریکوں سے اس وقت کے نمایاں ترین مطالبوں کی تکمیل کی امید پیدا ہو گئی یعنی لوگوں کو اسلام کی سچی تعلیمات کی طرف رہنمائی اور زمینداروں اور نیل کے کاشت کاروں کے مظالم سے عوام کو نجات دلانا۔

مختصر طور پر یہ دو اسباب تھے جنہوں نے باضابطہ تبلیغ و اشاعت کے نظام کی مدد سے ان اصلاحی تحریکوں کو بنگال کے دیہات میں ہر و لعزیز بنا دیا۔ اور یہ مظلوم عوام کی مؤثر طور پر رہنمائی کرتی رہی جب تک گم شدہ خوشحالی کی بازیابی کے لئے ان کی کامیابی کی ذرہ برابر بھی امید رہی ان کی یہ ہر و لعز قائم رہی۔ ان کی یہ مقبولیت صرف اس وقت کم ہونا شروع ہوئی جب ۱۸۶۳ء تا ۱۸۷۰ء کے زما۔ برطانوی حکومت نے جہاد کی تحریک کو بے رحمی کے ساتھ کھلی ڈالا۔ اسی زمانے میں بنگال میں تہجد زور پکڑنا شروع کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں میں تہجد کی یہ تحریک اسلامی دنیا میں ہر جگہ موجودہ صدی کے میں احیاء اسلام کی تحریکات کو سچے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی اور اس کی بدولت احیاء کے رجحانات کی بدریغ عقل اور علمی انداز فکر نے اور متوسط طبقہ کی قیادت نے لے لی اور یہ عمل اس وقت ہوا لہذا مذہبی اصلاحات کرنے سے قطع نظر یہ تحریکیں عوام کی اس جدوجہد کا مظہر بھی تھیں جو انہوں کے اس غلام کو پر کرنے کے لئے کی تھی جو اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔

قیادت کے اس غلام کو پر کرنے کی ضرورت اس وقت تک رہی جب تک کہ بیسویں ہ آغاز میں بنگال کے مسلمانوں میں ایک طاقتور متوسط طبقہ پیدا نہیں ہو گیا (مسلسلہ)

حواشی و حوالجات

لاحظہ کیجئے میری کتاب ”بنگال میں فرانسیسی تحریک کی تاریخ“۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۹۶ء حصہ دوم ص ۱۱۔

یضاً ص ۳۶ نیز دیکھئے سید احمد شہید حصہ اول ص ۱۱۱ از غلام رسول مہر مہر جانے تاریخ کاجو غین کیا ہے وہ ڈاکٹر محمود حسین کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے۔ محمود حسین نے تحریک آزادی کی تاریخ (انگریزی) مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی کی جلد اول ص ۵۶۲ میں تاریخ کا تعین ۱۸۱۷ء کیا ہے جب کہ مہر صاحب نے ۱۸۱۸ء لکھا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالباری نے جو سوال اٹھایا ہے اس کے لئے دیکھئے ”تحریک آزادی کی تاریخ“ (انگریزی) OP. CIT ص ۵۴۵ حاشیہ ص ۳۔

دیکھئے فرانسیسی تحریک کی تاریخ (انگریزی) OP. CIT حصہ دوم باب چہارم ص ۲۳ ملاحظہ کیجئے میرا مضمون ”تحریک طریقہ محمدیہ ایک تجزیاتی تعریف“ مطبوعہ اسلامک اسٹڈیز (انگریزی)۔ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد، جلد چہارم ص ۴ دسمبر ۱۹۹۷ء ص ۳۷۵-۳۸۸۔ بنگالی میں ”نثار علی“ تلفظ کیا جاتا ہے۔

لاحظہ کیجئے میرا مضمون ؟ ”THE STRUGGLE OF TITU MIR, A RE-EXAMINATION“ ”JOURNAL OF THE ASIATIC SOCIETY OF PAKISTAN Dacca“ کی جلد چہارم LXVIII کے ۱۹۹۵ء پر شائع ہوا۔ نیز میری کتاب فرانسیسی تحریک کی تاریخ (انگریزی) - OP. CIT, PPLX - LXIII - LXVII اور XLV: ۱-۷۱۔ LXIII - LXVII - LXVIII بنا ص ۷۷۱-۷۷۲۔

انگریزی الزامی ملک کی کتاب ”BRITISH POLICY AND THE MUSLIMS OF BENGAL“ ۱۷۵۲-۱۸۵۵ء ڈھاکہ ۱۹۹۱ء کے متعلقہ ابواب۔

خطم کیجئے میرا مضمون ”ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت مسلمان بنگال کی معاشی حالت“ (انگریزی) مطبوعہ اسلامک اسٹڈیز اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد جلد ۲ ص ۳ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۲۷۷-۲۸۸۔

- ۱۲۔ ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر محمد علی کا مضمون ”چنگ پلاسی کا پس منظر“ (انگریزی) مطبوعہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ، جلد دوم، ۳ دسمبر ۱۹۶۶ء ص ۳۷-۷۰۔
- ۱۳۔ ملاحظہ کیجئے میرا مضمون ”بنگال کے مسلمانوں کی معاشی حالت“ (انگریزی)، OP-CIT، ص ۲۷۷-۲۸۸۔
- ۱۴۔ ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر مظہر الحق کی کتاب THE EAST INDIA COMPANY LAND POLICY AND COMMERCE IN BENGAL-1698-1784 مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء ص ۲۶۳-۱ اور ڈاکٹر عزیز الرحمن ملک، OP-CIT، ص ۵۶-۵۷۔
- ۱۵۔ ملاحظہ کیجئے میری کتاب ”فرائضی تحریک کی تاریخ“ OP-CIT، حصہ اول باب دوم سیکشن سی، ص II-CXVII۔
- ۱۶۔ ملاحظہ کیجئے کلکتہ ریلوی جلد اول ۱۸۴۴ء ص ۱۹۶۔
- ۱۷۔ ”ہندوستان میں تحریک آزادی کی تاریخ“ (انگریزی) از ڈاکٹر آر۔ سی ماحو مدار کلکتہ ۱۹۶۳ء جلد اول،
- ۱۸۔ ملاحظہ کیجئے: JAMES WISE: NOTES ON THE RACES CASTES AND TRADES OF EASTERN BENGAL, LONDON. 1884 ص ۲۱۔
- ۱۹۔ ملاحظہ کیجئے ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ”ENGLAND'S WORK IN INDIA“ مطبوعہ مدراس ۱۸۸۸ء ص ۴۷۔
- ۲۰۔ ملاحظہ کیجئے ”فرائضی تحریک کی تاریخ“ (انگریزی) حصہ دوم، باب ششم ص ۴۴۔
- ۲۱۔ ایضاً ص ۶۲-۶۳۔
- ۲۲۔ ملاحظہ کیجئے میرا مضمون THE REFLECTIONS ON MAULANA KARAMAT ALI'S ROLE AS A REFORMER مطبوعہ اسلامک اسٹڈیز جلد چہارم، مارچ ۱۹۶۵ء ص ۱۰۳۔
- ۲۳۔ ایضاً ص ۱۰۷-۱۰۹۔
- ۲۴۔ بنگال کے مسلمانوں میں مذہب سے ناواقفیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مولود تعلیم بنگالی کی بجائے اردو میں دیتے تھے جس کی وجہ سے عوام تک یہ تعلیم نہیں پہنچ سکتی تھی

